# رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت میں انسانی نفسیات کا لحاظ

حافظ محمد سجاد ترالوی
لیکچرر گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج چکوال

ہم جس دینی کام کی دعوت دیتے ہیں بظاہر تو یہ بڑا سادہ کام ہے۔ لیکن فی الحقیقت یہ بڑا نازک ہے۔ کیونکہ یہاں مقصود صرف کرنا کرانا ہی نہیں ہے۔ بلکہ اپنی سعی کر کے اپنی عاجزی کا یقین اور قدرت ونصرت پر اعتماد پیدا کرنا ہے۔ سنت اللہ یہی ہے کہ اگر اللہ کی مدد کے بھروسہ پر ہم اپنی کوشش کریں تو اللہ تعالیٰ ہماری کوشش اور حرکت ہی میں اپنی مدد کو شامل کردیتی ہے قرآن مجید کی آیت " ویزدکم قوۃ الی قوتکم " میں اسی طرف اشارہ ہے اپنے کو بالکل بے کار سمجھ کر بیٹھے رہنا تو " جبریت " ہے اور اپنی قوت پر اعتماد کرنا " قدریت " ہے، اور یہ دونوں گمراہیاں ہیں۔ اور صحیح اسلام ان دونوں کے درمیان ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جدوجہد وکوشش کی جو حقیری قوت اور صلاحیت ہم کو بخش رکھی ہے، اللہ کے حکم کی تعمیل میں اس کو تو پورا پورا لگا دیں اور اس میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں۔ لیکن نتائج کے پیدا کرنے میں اپنے کو بالکل عاجز اور بے بس یقینی کرے صرف اللہ تعالیٰ کی مدد ہی پر اعتماد کریں اور صرف اسی کو کارفرما سمجھیں۔ از ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاسؒ (بشکریہ تعمیر حیات)

دعوت کے کام میں داعی کے لئے ضروری ہے کہ مخاطب کے نفسیات سے بھی واقف ہو، ہر حال اور ہر جگہ میں دعوت دینا مناسب نہیں بلکہ مقتضیٰ الحال اور حکمت کے تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے دعوت دینا چاہئے۔

مقالہ ہٰذا میں داعی کے ایسے صفت کی حامل ہونے پر زور دیا گیا ہے جو رسول اکرم ﷺ کی دعوت میں سب سے نمایاں صفت تھی اسی طرح دعوت کے مواقع اور داعی کے حالات پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین اما بعد

## دعوت کا مفہوم:

دعوت کے لفظی معنی پکارنے اور بلانے کے ہیں۔ علامہ راغب اصفہانیؒ "مفردات القران" میں لکھتے ہیں۔ اَلدُّعَاءُ اِلَی الشَّیءِ

اَلْحث علٰى قَصْدِہٖ ﴿1﴾ یعنی کسی چیز کو حاصل کرنے پر اُبھارنا اور اسی سے ملتے جاتے اصطلاحی معنی بھی ہیں یعنی اللہ کے دین کو قبول کرنے کی طرف لوگوں کو بلانا اور آمادہ کرنا۔ ارشاد باری تعالی ہے اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَن ﴿2﴾ اپنے پروردگار کی راہ کی طرف لوگوں کو دانائی اور عمدہ نصیحت کے ذریعے بلاؤ اور لوگوں سے ایسے طریقے پر مباحثہ کرو جو بہترین ہو۔

دعوت کے مفہوم میں تقریباً چالیس (40) کے قریب آیات آئے ہیں جن میں دین کی طرف بلانے کا مفہوم موجود ہے۔

## تبلیغ کا مفہوم:

تبلیغ کا مفہوم پہنچانا ہے۔ اصطلاح میں اسلام کو دوسرے لوگوں، قوموں، ملکوں تک پوری شرح وبسط سے پہنچانا ہے۔ چونکہ یہ صیغہ زیادہ تر باب تفعیل سے آیا ہے جس میں مبالغہ پایا جاتا ہے لھذا اس کے مفہوم میں یہ بھی شامل ہے کہ مخاطب تک دین کی بات ایسے عمدہ اور دل نشین طریقے سے پہنچانا کہ اس کے دل و دماغ پر اثر انداز ہو۔

اس لفظِ تبلیغ کے مفہوم میں تقریباً 25 آیات وارد ہوئی ہیں جن میں دین کی بات دوسروں تک پہنچانے کی فرضیت، فضیلت اور اہمیت بیان ہوتی ہے۔﴿3﴾

## دعوت و ارشاد کی ضرورت:

اللہ تعالی نے جن و انس کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ اس یکتا و لاشریک ذات کی عبادت کریں۔ اس کے اوامر و نواھی کی تعظیم کریں چونکہ عبادت کی تفصیلات محض عقل کی بنیاد پر ہی متعین نہیں کی جاسکتی تھیں، اور نہ ہی یہ ممکن تھا کہ محض عقل کی بنیاد پر احکام الٰہیہ کی معرفت حاصل کی جاسکے اس لئے اللہ تعالی نے انسانوں کی ھدایت و رہنمائی کیلئے اپنے رسولوں کو بھیجا اور آسمانی کتابیں نازل فرمائی تاکہ ان حقائق کو بیان کیا جاسکے جن کی خاطر کائنات کی تخلیق ہوئی اور بنی نوع انسان کو اپنی خلقت کا مقصد معلوم ہوسکے۔ تاکہ قیامت کے دن لوگ یہ عذر نہ کرسکیں کہ ان کو نیکی اور سچائی کا راستہ معلوم نہیں ہوسکا تھا۔ قرآن حکیم نے اس کی یوں وضاحت کی ہے رُسُلًا مُّبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ لِئَلَّا یَکُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَی اللّٰہِ حُجَّۃٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا ﴿4﴾ (اللہ تعالی نے رسولوں کو خوشخبری دینے والے اور خبردار کرنے والے بنا کر بھیجا تاکہ ان رسولوں کے بعد لوگوں کیلئے اللہ تعالی کے سامنے کوئی حجت باقی نہ رہ جائے۔ اللہ تعالی غالب اور حکمت والا ہے)

اس مقصد کیلئے اللہ تعالی نے ہر قوم میں اپنے ہادی اور رسول بھیجے۔ اللہ تعالی کے رسولوں نے انہی کے زبان میں حق کی دعوت دی تاکہ حق اچھی طرح واضح ہوجائے اور جن باتوں کی دوسروں کو دعوت دی ان کو خود بھی کر کے دکھایا۔

آخر میں خاتم الانبیاء محمد ﷺ کی بعثت ہوئی آپ کی دعوت کسی خاص قوم اور جماعتی مزاج اور رجحان کے لحاظ کی بجائے صرف انسانی مزاج کی ہے۔ آپ ﷺ پر چونکہ تمام عالم کی ھدایت و رہنمائی اور تمام مخلوق پر اتمام حجت کی ذمہ داری ڈالی گئی تھی اور آپ ﷺ کے بعد

کوئی اور نبی آنے والانہیں تھااس لئے اللہ تعالی نے آپ کو دو 2 بعثوں کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ایک بعثت خاص اور دوسری بعثت عام آپ ﷺ کی بعثت خاص اہل عرب کی طرف تھی اس بعثت کی ذمہ داری یعنی دعوت وتبلیغ اوراتمام حجت آنحضور ﷺ نے براہ راست انجام دیں۔ جبکہ آپ ﷺ کی بعثتِ عام تمام دنیا کی طرف ہے اس کی ذمہ داریاں ادا کرنے کیلئے اللہ تعالی نے آپ ﷺ کوایک امت عطافرمائی اوراس امت کو یہ حکم دیا کہ رسول ﷺ نے جس دین کی دعوت تمہیں دی ہےاس کی تبلیغ تم اسی طرح دوسروں پر کرتے رہو۔ فرمایا گیا كُنتُم خَيرَ اُمَّةٍ اُخرِجَت لِلنَّاسِ تَأمُرُونَ بِالمَعرُوفِ وَتَنهَونَ عَنِ المُنكَرِ ﴿5﴾ (تم بہترین امت ہو لوگوں کی رہنمائی کیلئے مبعوث کئے گئے ہومعروف کاحکم دیتے ہواور منکر سے روکتے ہو)

یہی فریضہ رسالت ہےجس کی وجہ سے اس امت کوخیرامت کہا گیا ہے۔اس جماعتی فرض کوادا کرنے کی باضابطہ صورت اللہ تعالی کی خودبتائی ہوئی یہ ہے وَلتَكُن مِّنكُم اُمَّةٌ يَّدعُونَ اِلَى الخَيرِ وَيَأمُرُونَ بِالمَعرُوفِ وَيَنهَونَ عَنِ المُنكَرِ وَاُولٰئِكَ هُمُ المُفلِحُونَ ﴿6﴾ (اور چاہئے کہ تم میں ایک گروہ ایسا ہو جو نیکی کی دعوت دے۔معروف کاحکم کرے اور منکر سے روکے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں)۔

حضوراکرم ﷺ کی ارشادات میں بھی دعوت وتبلیغ اورامر بالمعروف ونھی عن المنکر کی بڑی فضیلت آئی ہے آپ ﷺ نے اپنی امت کودعوت وتبلیغ کاحکم دیا ہے۔حضرت علیؓ کومخاطب کرتے ہوئے ارشادفرمایا فَوَ اللهِ لَئِن يَّهدِيَ اللهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيرٌ لَّكَ مِن اَن يَّكُونَ لَكَ حُمرُ النَّعَمِ ﴿7﴾

الغرض دعوت وتبلیغ ایک مقدس فریضہ ہےجس کا مقصد صداقت وحقانیت کو پھیلانا اورلوگوں کواس کا قائل کرنا ہے۔

## اصول دعوت کی اہمیت:

کسی دعوت کی کامیابی کیلئے دو 2 باتیں اشد ضروری ہیں۔دعوت دینے والے کاانفرادی کرداراوردعوت کاانداز وطریقہ کار۔دعوت بجائے خودکتنی ہی پُرکشش کیوں نہ ہوکسی معاشرے میں اسی وقت جڑ پکڑتی ہے جب اسے نہایت حکیمانہ انداز میں پیش کیا جائے۔دانائی کے ساتھ مخاطب کی ذھنیت ،استعداداور حالات کوسمجھ کرموقع ومحل کودیکھ کربات کی جائے۔

فرق مراتب اورمخاطب کی نفسیات کومدنظر رکھا جائے۔مخاطب کے جذبات کوابھارا (Apeal) جائے گمراہیوں اور برائیوں کامحض عقلی حیثیت سے ہی ابطال نہ کیا جائے بلکہ انسانی فطرت میں جوان کیلئے پیدائشی نفرت پائی جاتی ہے اسے بھی اُبھارا جائے اوراُن کے بُرے نتائج سے خوف دلایا جائے۔اعمال صالحہ کی خوبی ہی ثابت نہ کی جائے بلکہ ان کی طرف رغبت اورشوق بھی پیدا کیا جائے ایسے انداز اورطریقہ کاراختیار کئے جائیں جن سے قلب واذھان مانوس ہوں جن سے تحریک وتشویق پیدا ہواوردعوت میں خیرخواہی،تالیف قلبی اور باہم محبت کی فضا ہوایسی تڑپ اوردلسوزی سے دعوت دی جائے کہ مخاطب یہ سمجھ لےاورمحسوس کرے کہ ناصح کے دل میں اس کی اصلاح کیلئے تڑپ موجود ہےاورحقیقت میں اس کی بھلائی چاہتا ہے۔

داعی اعظم ﷺ کی زبان وحی ترجمان سے اصول دعوت کا طریقہ بھی معلوم ہوا کہ کس طرح لوگوں کو حق وصداقت کے قبول کرنے کی دعوت دینا ہے اور پھر آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے وہ عملی پہلو بھی ہمارے لئے مینارنور ہے جس طرح آپ ﷺ نے حکیمانہ انداز میں دعوت وتبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا۔قرآن حکیم نے اصول دعوت کا ذکر یوں کیا ہے اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَالۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَ جَادِلۡھُمۡ بِالَّتِیۡ ھِیَ اَحۡسَنُ ﴿ 8 ﴾ اہل ایمان کو تین (3) اصول سکھائے گئے ہیں کہ عقل وحکمت، عمدہ نصیحت، مجادلہ احسن سے دعوت کا فریضہ سرانجام دو۔

تبلیغ ودعوت کی جڑیں اس وقت تک مضبوط نہیں ہوتیں اور اس کی شاخیں پھیل کر پھل نہیں دیتی جب تک اس کی اساس پختہ دلیل پر قائم نہ ہو اور داعی حق اپنی دعوت کو عام کرنے کیلئے ہر دانش مندانہ اور خوبصورت ادبی اسلوب نہ اپنالے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی دعوت اسلام میں ایسے اوصاف تھے جو عقل کو قبولیت پر آمادہ کر دیتے۔آپ ﷺ پیام حق کی اشاعت کیلئے ایسے طریقے اپناتے تھے جو یقینی کامیابی کے ضامن ہوتے موقع کے مطابق گفتگو فرماتے اور مطالب کو اُسکے شایانِ شان پیرائے دیتے ہر قبیلے سے اس کی ذہنی سطح پر ہم آہنگ ہو کر کلام کرتے ۔کتب سیر واحادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ دعوت وتبلیغ میں مخاطب کے ذہنی وجسمانی طاقت، اُن کی فطری صلاحیت، ان کے مزاج وطبیعت کو مدنظر رکھتے ۔دعوت کے یہ تمام حکیمانہ اسلوب آپ ﷺ کو ودیعت کیے گئے تھے۔مثلاً آپ ﷺ چشم دید مشاہدے کیلئے کسی چیز کے ظاہری ہیئت کی طرف اشارہ کرتے یا اس کے پاس کھڑے ہو جاتے اور پھر اس سے اپنی بات مستنبط کرتے تھے۔

ایک بار آپ ﷺ کا بازار سے گزر ہوا۔بازار ایک چھوٹی موٹی دنیا ہے کوئی خریداری کرتا ہے اور کوئی بیچتا ہے ایک اپنے سامان کا بھاؤ اور قیمت کا اعلان کرتا ہے تو دوسرا اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے آپس میں ایک دوسرے سے بڑھنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔غرضیکہ ہر ایک اپنے کام میں مشغول ہوتا ہے ایک شخص نفع کمانے کی دھن میں رہتا ہے تو دوسرا سستا سامان خریدنے کی فکر میں رہتا ہے رسول اللہ ﷺ نے سوچا کہ لوگوں کو اس دنیا کی قدر و قیمت بتائی جائے جس پر یہ ٹوٹ پڑ رہے ہیں چنانچہ ایک کن کٹی بکری کے بچہ کی لاش سے گزر ہوا تو آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے پرچھا عَنۡ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ بِالسُّوۡقِ وَالنَّاسُ ......... فمر بجدیٍ فَتَنَاوَلَهُ بِاُذُنِهٖ ثُمَّ قَالَ اَیُّکُمۡ یُحِبُّ اَنَّ هٰذَا لَهٗ بِدِرۡهَمٍ فَقَالُوۡا مَا نُحِبُّ اَنَّهٗ لَنَا بِشَیۡءٍ وَمَا نَصۡنَعُ بِهٖ ؟ قَالَ اَتُحِبُّوۡنَ اَنَّهٗ لَکُمۡ ؟ قَالُوۡا وَاللّٰهِ لَوۡ کَانَ حَیًّا لَکَانَ عَیۡبًا فِیۡهِ لِاَنَّهٗ ........... فَکَیۡفَ وَهُوَ مَیِّتٌ فَقَالَ فَوَاللّٰهِ اَلدُّنۡیَا اَهۡوَنُ عَلَی اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنۡ هٰذَا عَلَیۡکُمۡ ﴿9﴾

اس طرح آپ ﷺ نے حکمت سے دنیا کی قدر و قیمت واضح فرمادی اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بے نیازی کی عظیم صفت کو عمدہ طریقے سے ذہن نشین کرادیا اسی طرح محسوس طریقے سے دعوت قلب وذہن پر اثر انداز ہوتی ہے۔

اور مخاطب فوراً قبول کرتا ہے۔حضور اکرم ﷺ کا نفسیاتی اور دعوتی اسلوب ایک یہ بھی تھا کہ آپ مختلف اوقات میں ایک ہی سوال کے مختلف جوابات دیتے۔مثلاً ایک شخص آتا ہے وہ سب سے افضل اعمال کے بارے میں سوال کرتا ہے آپ ﷺ اس کو جہاد کا عمل

بتاتے ہیں دوسرے کو صلہ رحمی کا کہتے ہیں بظاہران اقوال میں تضاد ہے مگر حقیقت میں یہ جوابات مخاطب کے ذھن اور نفسیات کو سامنے رکھ کر دیئے گئے ہیں صحیح بخاری میں ہے

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الْاِسْلَامِ اَفْضَلُ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَیَدِهٖ ﴿10﴾

ایک اور سوال یہ ہوا کہ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرؓ اَنَّ رَجُلاً سَالَ النَّبِیَّ ﷺ اَیُّ الْاِسْلَامِ خَیْرٌ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَءُ السَّلَامَ عَلٰی مَنْ عَرِفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ ﴿11﴾

سوال کا مفہوم ایک ہی ہے الفاظ قدرے مختلف ہیں۔لیکن جواب مختلف ہے یہ سائل کے ذھنی رجحانات وقلبی کیفیات کے مطابق ہے بعض اوقات رسول اللہ ﷺ نے ایک ہی سوال پر دو مختلف افراد کو مختلف جوابات دیئے ہیں۔مثلاً امام احمد بن حنبلؒ روایت کرتے ہیں

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصؓ قَالَ کُنَّا عِنْدَ النَّبِیِّ ﷺ فَجَاءَ شَابٌّ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُقَبِّلُ وَاَنَا صَائِمٌ ؟فَقَالَ لَا فَجَاءَ شَیْخٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُقَبِّلُ وَاَنَا صَائِمٌ ؟ قَالَ نَعَمْ فَنَظَرَ بَعْضُنَا اِلٰی بَعْضٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَدْ عَلِمْتُ نَظَرَ بَعْضِکُمْ اِلٰی بَعْضٍ اِنَّ الشَّیْخَ یَمْلِکُ نَفْسَهٗ ﴿12﴾

آپ ﷺ کی دعوت کی ایک اہم بات اور اصول مخاطب کا معیار تھا کہ سننے والی کی استعداد کیا ہے۔آپ بدوی اور شہری، پڑھا لکھا اور ان پڑھ، عقل وتجربہ کے مختلف مدارج والے انسانوں سے مختلف طریقوں سے دعوت دیتے۔ایک واقعہ سے مزید اس کی شہادت ملتی ہے

عَنْ اُمَامَةَ الْبَاهِلِیِّ اَنَّ فَتًی مِّنَ الْقُرَیْشِ اَتَی النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ائْذَنْ لِّیْ فِی الزِّنَاءِ فَاَقْبَلَ الْقَوْمُ عَلَیْهِ وَزَجَرُوْهُ فَقَالَ مَهْ مَهْ فَقَالَ اُدْنُهْ فَدَنَا مِنْهُ قَرِیْبًا فَقَالَ اَتُحِبُّهٗ لِاُمِّکَ ؟قَالَ لَا وَاللّٰهِ جَعَلَنِیَ اللّٰهُ فِدَاکَ قَالَ وَلَا النَّاسُ یُحِبُّوْنَ لِاُمَّهَاتِهِمْ قَالَ اَتُحِبُّهٗ لِاِبْنَتِکَ ؟ قَالَ لَا وَاللّٰهِ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ جَعَلَنِیَ اللّٰهُ فِدَاکَ قَالَ وَلَا النَّاسُ یُحِبُّوْنَهُمْ لِبَنَاتِهِمْ ثُمَّ ذَکَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اُخْتَهٗ وَعَمَّتَهٗ وَخَالَتَهٗ وَفِیْ کُلِّ ذٰلِکَ یَقُوْلُ الْفَتٰی مَقَالَتَهٗ لَا وَاللّٰهِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ جَعَلَنِیَ اللّٰهُ فِدَاکَ قَالَ فَوَضَعَ یَدَهٗ عَلَیْهِ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَهٗ وَطَهِّرْ قَلْبَهٗ وَحَصِّنْ فَرْجَهٗ قَالَ الرَّاوِیْ فَلَمْ یَکُنْ بَعْدَ ذٰلِکَ الْفَتٰی یَلْتَفِتُ اِلٰی شَیْءٍ ﴿13﴾ امامہ باھلیؓ سے روایت ہے کہ ایک قریشی نوجوان آنحضور ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا حضور! مجھے زنا کی اجازت دیں تمام لوگ اس پر جھپٹے اسے سخت سست کہا اور اسے بات کرنے سے روکا۔آپ ﷺ نے اسے قریب کیا وہ آپ کے قریب ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم اپنی والدہ کیلئے اسے پسند کرو گے؟ کہنے لگا اللہ تعالی مجھے آپ پر قربان کرے خدا کی قسم ہرگز نہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگ بھی اپنے ماؤں کیلئے اسے ناپسند کرتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا اسے اپنی بیٹی کیلئے پسند کرو گے؟ کہنے لگا ہرگز نہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگ بھی اپنے بیٹیوں کیلئے اسے ناپسند کرتے ہیں۔پھر آپ ﷺ نے اس کی بہن، پھوپھی، خالہ کا ذکر کیا اور ہر مرتبہ وہ مذکورہ جواب دہراتا۔حضور ﷺ نے اس پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا اے اللہ اسکے گناہ کو بخش دے اس کے دل کو صاف کردے اور اس کے قُوٰی جنسیہ کو محفوظ کردے۔راویؒ کہتے ہیں کہ اس نوجوان نے اس کے بعد کبھی کسی کی طرف التفات نہیں کیا

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ مخاطب کی نفسیات اور ذہنی مرتبہ کو کتنی اہمیت دیتے تھے۔ بعض اوقات آپ ﷺ بدوی زبان میں گفتگو فرماتے تھے مخاطب اپنی زبان سن کر خوش ہو جاتا اور بات کو بہتر طریقہ سے سمجھ سکتا۔

خطیب بغدادیؒ نے اپنی سند سے عاصم الاشعریؓ کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ کو مخصوص لہجے میں بات کرتے سنا۔

عَنْ عَاصِمِ الْاَشْعَرِیِّؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ لَیْسَ مِنَ امْبِرِّ امْصِیَامُ فِی امْسَفَرِ أَرَادَ لَیْسَ مِنَ الْبِرِّ الصِّیَامُ فِی السَّفَرِ ﴿14﴾

عاصم اشعری کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ الفاظ کہتے سنا کہ آپ یہ کہنا چاہتے تھے کہ سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے۔

اصل میں اشعریوں کی لغت میں لام کو میم سے تبدیل کر دیا جاتا ہے آپ ﷺ نے اپنے لہجے کو چھوڑ کر مخاطب کی لغت میں بات کی جس میں زیادہ اپنائیت معلوم ہوتی ہے بلاشبہ اس سے مخاطب پر ایک خوشگوار اثر پڑتا ہے۔

آپ ﷺ کی دعوت میں حضری وشہری لوگوں سے ان کے انداز ومعیار کے مطابق گفتگو فرماتے اور بدوی سے اس کی ذہنیت کے مطابق بات کرتے اس کی بہترین مثال حضرت ابوھریرۃؓ کی روایت سے ملے گی جس میں بنی خزارہ کی ایک شخص کا ذکر کیا گیا ہے جو بدوی تھا ان کا کہنا ہے کہ یہ شخص آنخضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے جو سیاہ رنگ کا ہے میں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے کیونکہ ہم میاں بیوی میں کوئی بھی سیاہ رنگ کا نہیں ہے آنخضرت ﷺ نے اس کی سمجھ بوجھ اور پیشہ کے مطابق جواب مرحمت فرمایا اس سے پوچھا۔ هَلْ لَکَ مِنْ اِبِلٍ کیا تمھارے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے کہا جی ہاں آپ ﷺ نے پھر دریافت فرمایا وہ کس رنگ کے ہیں؟ اس نے کہا سرخ رنگ کے ۔ آپ ﷺ نے اس پر سوال کیا کہ ان میں کوئی اورق یعنی خاکستری رنگ کا یا کم سیاہ رنگ کا کوئی اونٹ بھی ہے؟ اس نے کہا جی ہاں ہے۔ آنخضرت ﷺ نے فرمایا اب تم ہی بتاؤ کہ سرخ رنگ کے اونٹوں میں یہ سیاہی کیسے آ گئی ؟ اس نے جواب میں کہا ممکن ہے اس کے نسب میں کوئی اونٹ خاکستری یا سیاہ رنگ کا ہو اور یہ اس کی جھلک ہو جب بات یہاں پہنچ چکی تو آپ ﷺ نے یہ کہہ کر اسکے شبہ کو دور کر دیا کہ وَهٰذَا عَسٰی اَنْ یَّکُوْنَ نَزَعَةَ عِرْقٍ ﴿15﴾ کہ یہاں بھی معاملہ ایسا ہو سکتا ہے کہ یہ نسب کا کرشمہ کارفرما ہو اور اس میں تمھاری بیوی کا کوئی قصور نہ ہو۔

## جذبات واحساسات کا لحاظ:

انسان کے جذبات واحساسات کو تعمیری رُخ دینے ہی کا دوسرا نام تربیت ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ اپنے مخاطبین کے مزاج اور نفسیات کو ملحوظ رکھنے کے ساتھ ان کے جذبات کا بھی پورا پورا خیال رکھتے تھے اگر جذبات میں سرد مہری ہوتی تو آپ ﷺ حکمت کے ساتھ ان میں حرارت پیدا کرتے اگر جذبات میں اشتعال محسوس کرتے تو کوئی ایسی بات زبان سے نکالتے اور نہ عملاً کوئی ایسی روش اختیار کرتے جس سے جذبات بے قابو ہو جائیں جذبات واحساسات کی رعایت کر کے انہیں صحیح اور تعمیری رُخ دیتے۔ جذبات کو اللہ تعالی اور اس کی رسول ﷺ کی محبت اور دین اسلام کی عظمت وسربلندی کی طرف پھیر دیتے ایسی ایک مثال غزوہ حنین کے موقع پر پیش آئی۔

رسول اللہ ﷺ جب غزوہ حنین سے واپسی میں مقام جعرانہ پر آ کر رُکے آپ ﷺ نے جنگی قیدی اور مال غنیمت تقسیم فرمایا

آپ ﷺ نے سردارانِ قریش کو جو تازہ تازہ مسلمان ہوئے تھے مال غنیمت میں وافر حصہ عطا فرمایا جس کے دعوتی ونفسیاتی مصالح تھے انصار کو کچھ حصہ نہ دیا بعض نوجوان آپس میں اس احساس کا اظہار کرنے لگے۔ آپ ﷺ تک بات پہنچی تو آپ ﷺ نے سب کو اکٹھا کیا اور فرمایا اس احاطہ میں آج صرف انصار ہی آئیں جب وہ جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ یہ کیا چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں جن کی مجھے اطلاع ملی ہے تم نے اپنے دل میں کیا شکایت محسوس کی ہے؟ لوگوں نے شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کچھ نہیں یا رسول اللہ! بعض ناسمجھ جوان ہیں شیطان نے جن کے دلوں میں خدشات پیدا کر دئے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا یہ واقع نہیں ہے کہ جب میں آپ کے ہاں آیا تھا اس وقت آپ لوگ گمراہی کی حالت میں تھے اللہ تعالی نے میرے ذریعے آپ کو ھدایت فرمائی آپ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے اللہ تعالی نے میرے ذریعے آپ کے دلوں کو جوڑ دیا اور آپس میں اتحاد واُلفت پیدا فرمائی۔ لوگوں نے کہا کہ یہ بالکل حقیقت ہے اور ہماری گردنیں اللہ اور اس کے رسول کے احسان عظیم سے جھکی ہوئی ہیں۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے اپنی طرف سے بات کو طول نہیں دیا بلکہ اسی موقع پر جو بات کسی سننے والے انصاری کے دل میں بطور جواب آ سکتی تھی اپنی شان مبارک سے اس کا اظہار فرما کر ان کے ساز محبت کو چھیڑ دیا اور دلوں کی مسیحائی کی۔ انصاریو! آپ جواب میں کچھ نہیں کہتے۔ لوگوں نے کہا ہم آپ کو کیا جواب دے سکتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کے احسان وکرم کے زیر بار ہیں۔ شکر گزار ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہیں تو بالکل صحیح کہیں گے اور میں بھی اس کی تصدیق کروں گا کہ آپ ﷺ بھی تو یاد کیجئے بخدا اگر تم اس کے جواب میں کہو کہ آپ ہمارے ہاں اس حال میں آئے تھے کہ سبھوں نے آپ کو جھٹلایا تھا۔ ایک ہم ہی تھے جنہوں نے آپ ﷺ کو سچا مانا۔ آپ اس حال میں آئے تھے کہ سب نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا تھا ایک ہم ہی تھے جنہوں نے آپ کی مدد کی۔ آپ اس حال میں آئے تھے کہ لوگوں نے آپ کو نکال دیا تھا ہم نے آپ کو پناہ دی آپ اس حال میں آئے تھے کہ آپ خالی ہاتھ تھے ہم نے ہر طرح کی خدمت کی۔ جب آپ ﷺ نے ان کے اندر جوش محبت و وفاداری کے سوتے کو چھیڑ دیا اور ان کے آنکھوں سے سیلاب اشک رواں ہو گیا آنسوؤں سے دلوں کے بند کھل گئے تو فرمایا انصار کے لوگو! آپ کے دلوں میں چند حقیر اشیاء کی وجہ سے شکایت پیدا ہوئی جن کے ذریعے میں نے کچھ لوگوں کی تالیف قلب کی تاکہ وہ اسلام پر پختہ ہو جائیں اور آپ کے معاملہ میں اسلام کو کافی سمجھا اے انصار کیا یہ بات آپ کو پسند نہیں ہے کہ لوگ تو اپنے خیموں میں اونٹ اور بکریاں لے کر جائیں اور آپ اللہ اور رسول کو لے کر واپس جائیں بخدا اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں خود انصار کا ایک فرد ہوتا لوگ کسی گھاٹی یا وادی میں چلیں تو میں اس وادی میں چلوں گا جس میں انصار چلیں گے اے اللہ انصار پر، انصار کی اولاد پر، انصار کی نسل در نسل پر اپنا فضل فرما۔ یہ سن کر انصار اتنے روئے کہ ان کے داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئیں اور کہنے لگے ہم اپنی اس قسمت پر نازاں ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے حصہ میں آئے جو نصیب میں آیا ہم اس پر راضی ہیں ﴿16﴾

اس طرح رسول اللہ ﷺ نے اسلام اور اپنی ذات کے ساتھ ان کے تعلق کو ایک نئے انداز سے بیان فرما کر ان میں وفاداری اور دین اسلام کیلئے محبت میں مزید اضافہ کر دیا آپ ﷺ نے ان کے جذبات واحساسات کی خود ترجمانی فرمائی اور استفہامیہ انداز اختیار کیا جس سے بات سامع کے قلب وذہن میں اترتی چلی گئی۔ اور اس کا اثر اُسی ہی وقت ظاہر ہو گیا آپ ﷺ نے ان کے دلوں میں جہاں اللہ اور اپنی محبت

کیلئے جذبات ابھارے وہاں دنیا کے مال ومتاع کے قدر و قیمت اور اصلیت بھی واضح فرمائی کہ یہ چند حقیر اشیاء ہیں جن سے کمزور مسلمانوں کے تالیف قلبی کا سامان کیا گیا۔ اس طرح آپ ﷺ نے ایک طرف کمزور اور نو مسلم اہل مکہ کے نفسیات کو مدّ نظر رکھا اور انہیں مال غنیمت میں سے کثیر مال عنایت فرمایا تا کہ ان کے دل اسلام اور ایمان پر ثابت قدم رہیں تو دوسری طرف انصار جو کہ دعوت اسلامی کے مددگار اور آپ کی محبت سے سرشار تھے انہیں اپنی محبت اور ان کے ساتھ وابستگی کو اس انداز سے بیان فرمایا کہ وہ اپنی قسمت پر ناز کرنے لگے۔

## دعوت نبوی ﷺ کے نفسیاتی اصول ومبادی:

بعض مبادی کے وجود پذیر ہونے سے سیکھنے کا عمل آسانی اور سہولت سے انجام پاتا ہے۔ اور اگر یہ اصول ومبادی نہ پائے جائیں تو یا انسان بالکل سیکھ نہیں پاتا اور سیکھتا بھی ہے تو بہت مشکل اور دھیمی رفتار سے۔ عصر حاضر کے ماہرین نفسیات نے فن تعلیم وتعلم اور ابلاغی نفسیات پر مفصل تجرباتی بحثیں کی ہیں اور بہت باریک بینی سے ان مبادی کی تحدید کی ہے اس نقطہ نظر سے جب سیرت نبوی کے دعوتی پہلو کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ دعوت نبوی ﷺ میں کس قدر انسانی نفسیات کو مدنظر رکھا گیا۔ آپؐ نے صحابہ کرامؓ کی نفسیات کے مطابق دعوت کو پیش کیا۔ تربیت تعمیر سیرت اور شخصیت سازی نیز اسلام کی دعوت ونشر واشاعت میں ان اصول ومبادی کو استعمال کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنے ماننے والوں کو یہ تاکید کی ہے کہ یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَبَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا ﴿17﴾ یعنی آسانیاں پیدا کرو لوگوں کیلئے مشکلیں کھڑی نہ کرو۔ انھیں خوشخبری سناؤ کہ دین سے قریب آئیں۔ اپنی کسی بات یا اپنے کسی طرز عمل سے انھیں دین سے متنفر نہ کرو۔

اس فرمان نبوی کی یہی معنویت ہے کہ مخاطب کے سامنے بات اس طور پر رکھی جائے کہ اس کے اندر اس کے تئیں رغبت اور میلان پیدا ہو اسے دین سے بیزار اور متنفر نہ کیا جائے۔ حضرات صحابہ کرامؓ کو آپ ﷺ کے اس فرمان کا بڑا پاس تھا وہ اس کا بڑا اہتمام کرتے تھے۔ فقیہ امت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہفتہ میں صرف ایک دن لوگوں کو وعظ ونصیحت اور ان کی تذکیر فرماتے تھے لوگوں نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن (آپ کی کنیت ہے) ہم چاہتے ہیں کہ آپ روزانہ ہماری اس تذکیر کا معمول بنائیں۔ آپؓ نے فرمایا میں ایسا کرسکتا ہوں لیکن صرف اس لئے نہیں کرتا ہوں کہ اس سے آپ لوگ اُکتا جائیں گے۔ میں جو وقفہ دے کر آپ لوگوں کو وعظ وتذکیر کرتا ہوں تو اس کا مقصد حضور پاک ﷺ کے نقش قدم کی پیروی کے سوا دوسرا نہیں آنحضور ﷺ ہمیں بھی وقفہ وقفہ سے ہی وعظ ونصیحت اور تذکیر و یاد دہانی فرمایا کرتے تھے اس وجہ سے کہ ہم لوگ اُکتاہٹ اور بے دِلّی کا شکار نہ ہوں ﴿18﴾

انسانی نفسیات کی رعایت کی اس سے بہتر کوئی مثال نہیں ہوسکتی۔ الغرض ہم اصول ومبادی میں چند ایک کا ذکر کرتے ہیں جنھیں رسول اللہ ﷺ دعوت اسلام اور صحابہ کرامؓ کی تعلیم وتربیت کے سلسلے میں برتتے تھے۔

### محرکات (Motivation):

محرکات وہ عوامل ہوتے ہیں جو کسی فرد کے اندر کسی کام کی تحریک پیدا کرتے ہیں یا شوق بڑھاتے ہیں۔ دُنیا میں رُونما ہونے والے تمام

کے تمام واقعات کسی نہ کسی محرک کا نتیجہ ہوتے ہیں عام محرکات میں بھوک، پیاس، جنسی کشش وغیرہ شامل ہیں لیکن ہمارا موضوع چونکہ دعوت وارشاد ہے اور تربیت انسانی ہے۔ اس لئے وہ محرکات جو اس مقصد کیلئے کارگر ثابت ہوتے ہیں۔ اُن میں سے ترغیب وترھیب، انعامات، معاوضہ دینا، مقابلہ ومسابقت، حوصلہ افزائی، توجہ ودلچسپی اور دیگر محرکات شامل ہیں۔

قرآن مجید کے تربیتی منہاج کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ترغیب وترھیب کے ذریعے محرکات عمل کو اُبھارا گیا ہے۔ انعامات و اکرام کے ذریعے نیک اعمال کی تحریص (Incentive) دلائی گئی ہے۔ انسان کے ذوقِ جمالیات کو مدّ نظر رکھ کر اس کو نیکی اور بھلائی کی طرف دعوت کیلئے ایک خاص اسلوب اختیار کیا گیا ہے اور انسان کے سامنے محسوس شواھد کے ذریعے اُن انعامات کی منظر کشی کی گئی ہے تا کہ دعوت قبول کرے اور اس کا اجر پائے مثلاً قرآن مجید میں نیکی اور بھلائی اختیار کرنے والوں، اور اس سلسلے میں جو تکالیف پیش آئیں ان پر صبر کرنے والوں کیلئے جس اجر کا وعدہ کیا گیا ہے اس کا قرآن مجید نے یوں ذکر کیا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے۔ وَجَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً ......... وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿19﴾ ترجمہ:- (اور اللہ تعالی) ان کو صبر کے بدلے (بھشت کے) باغ اور ریشم (کی پوشاک) عطا فرمائے گا۔ وہاں وہ تختوں پر تکیئے لگائے (بیٹھے) ہوں گے۔ نہ وہاں (آفتاب) دھوپ دیکھیں گے اور نہ شدت کی سردی۔ اور گھنے درختوں کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے۔ اور میوؤں کے گچھے ان کے بہت قریب اور ہر طرح سے ان کے اختیار میں ہوں گے ۔ اور ان کے سامنے چاندی کے ساغر اور شیشے کی نہایت شفاف گلاس کا دَور چل رہا ہوگا۔ اور شیشے بھی کانچ کے نہیں چاندی کے جو ٹھیک اندازے کے مطابق بنائے گئے ہیں ۔ اور وہاں انھیں ایسی شراب پلائی جائے گی جس میں زنجبیل کی پانی کی آمیزش ہوگی یہ بہشت میں ایک چشمہ ہے جس کا نام سلسبیل ہے۔ اور ان کے سامنے ہمیشہ ایک حالت پر رہنے والے نوجوان لڑکے چکر لگاتے ہوں گے کہ جب تم ان کو دیکھو تو سمجھو کہ بکھرے ہوئے موتی ہیں اور جب تم وہاں نگاہ اٹھاؤ گے تو ہر طرح کی نعمت اور عظیم الشان سلطنت دیکھو گے ان کے اوپر سبز کریپ اور اطلس کی پوشاک ہوگی اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ اور ان کا پروردگار انہیں نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا یہ یقینی تمہارے لئے ہوگا تمہارے اعمال کی جزا اور تمہاری کوشش کی شکر گزاری۔

ان آیات میں دعوت حق کو اختیار کرنے اور اس کو پھیلانے کے سلسلے میں جو مشکلات ومصائب وآلام پیش آتے ہیں ان پر ثابت قدم رہنے والوں کیلئے انعامات واکرامات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور یہ انسان کا نفسی وفطری داعیہ ہے کہ وہ کسی کام کو اُسی وقت تیز اندازی میں کرتا ہے جب اس کو اس کے معاوضے یا فوائد وثمرات کا علم ہو یا اس کی وجہ سے مشہور ومعروف ہو جائے یا اس کو اس کے بدلے فوائد وثمرات کی یقین دھانی کرائی جائے۔ قرآن مجید نے بھی اس فطری داعیہ کو مدّ نظر رکھا ہے اور ان اشیاء کا ذکر کیا ہے جس کی ہر انسان خواہش رکھتا ہے رسول اللہ ﷺ نے بھی دعوت حق پیش کرتے ہوئے ترغیب وترھیب سے محرکِ عمل کو اُبھارا اسلامی دعوت کے ابتدائی زمانہ میں رسول اللہ ﷺ کی توجہ پورے طور پر اس طرف تھی کہ عقیدہ توحید کی دعوت دی جائے شرک سے نکالا جائے آپ ﷺ آخرت میں ثواب عظیم اور دخول جنت کا وعدہ کر کے لوگوں کو ایمان اور توحید کو اختیار کرنے اور شرک سے دور رہنے کی بہت ترغیب دیتے۔ اور یہ

ترغیب فقط آخرت کے حوالے سے ہی نہیں تھی بلکہ آپ ﷺ یہ بھی فرماتے کہ دنیا میں بھی تم فلاح پاؤ گے اور تمہیں اس کی عزت وشرف اور بزرگی عطا ہوگی مثلاً ابن سعد نے الطبقات الکبری میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ دعوت وتبلیغ کیلئے حج کے موسم میں ہر اس قبیلہ کے پاس جاتے جو خانہ کعبہ کے زیارت کیلئے آتے تھے اوران کو دعوت پیش کرتے اور یہ فرماتے کہ اگر تم اس دعوت کو قبول کرلو کامیاب ہو جاؤ گے عرب تمھارے زیرِ نگیں ہوگا اور عجم پر تمھاری حکمرانی ہوگی مثلاً وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَعْرِضُ نَفْسَهُ فِي الْمَوَاسِمِ قَبِيْلَةً قَبِيْلَةً وَيَقُوْلُ يَا اَيُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ تُفْلِحُوْنَ وَتَمْلِكُوْا بِهَا الْعَرَبَ وَتَذِلُّ لَكُمُ الْعَجَمُ وَاِذَا آمَنْتُمْ كُنْتُمْ مُلُوْكًا فِي الْجَنَّةِ ﴿20﴾

اس طرح بیعت عقبہ اولی کے اصحابؓ سے آپ نے فرمایا کہ اگر تم نے اس عہد کو پورا کیا تو تمھارے لئے جنت ہے ﴿21﴾ اور ایک مرتبہ آپ ﷺ تشریف لے جارہے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ آل یاسرؓ کو قریش ایذاء دے رہے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا اے اہل یاسرؓ صبر کرو تمھارے لئے جنّت کا وعدہ ہے ﴿22﴾

کبھی آپ ﷺ قصہ کہانیوں سے جذبہ عمل کو ابھارتے کیونکہ قصّے اور کہانیاں انسان کو متوجّہ کرتے ہیں اس لئے دعوت وارشاد میں قصوں کا استعمال نہایت مؤثر ہے قرآن مجید نے بھی لوگوں کی تربیت کرنے، انہیں نصیحت کرنے اور بہت سی عبرتوں اور حکمتوں کو سکھانے میں قصوں سے مدد لی ہے قرآن مجید نے نہایت اختصار کے ساتھ قصّوں کی تربیتی تاثیر کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿23﴾ بے شک ان کے قصوں میں اہل فہم کیلئے بڑی عبرت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کی نفسیاتی تربیت میں قصوں سے مدد لی ہے صحابہ کرامؓ کی توجہ منعطف کرانے میں مواعظ اور حکمت سکھانے کیلئے سننے کا شائق بنانے میں قصوں کا بڑا دخل ہے رسول اللہ ﷺ مختلف تربیتی اغراض کیلئے قصوں سے مدد لیتے تھے۔

## معاوضہ دینا:

جس طرح فرد کو سرگرم عمل کرنے اور اسے مشکلات کے حل تک پہنچنے یا مقصد کو پالینے یا علم حاصل کرنے کیلئے بہت سے ممکنہ اعمال کی انجام دہی کی خاطر جدوجہد پر آمادہ کرنے میں مُحرِّک (Motivation) بہت اہم چیز ہے اس طرح انسانی کاموں کو قوت پہنچانے اوران میں مداومت پیدا کرنے میں معاوضہ ادا کرنے کی بڑی اہمیت ہے جو عملِ مشکل حل کرنے یا مقصد کو پانے میں انسانوں کو کامیاب نہ کرے اس سے انسان بہت جلد دست کش ہو جاتا ہے اور جو عملِ مشکل حل کرنے اور حصول مقصد میں کامیاب ہو وہ قوی ہوتا رہتا ہے اور انسان اس کی پابندی کرنا چاہتا ہے۔ تجرباتی تحقیقات نے صحیح اعمال کو پختہ کرنے اور تعلیم وتعلّم کو استحکام بخشنے میں معاوضہ کی اہمیت ثابت کی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اچھی طرز زندگی کو استحکام بخشنے کیلئے معاوضہ ادا کرنے کی اہمیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے اُعْطُوا الْاَجِيْرَ اَجْرَهُ قَبْلَ اَنْ يَّجِفَّ عِرْقُهُ ﴿24﴾ مزدور کو اس کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے

دے دو۔ مزدور کو کام کرنے فوراً بعد مزدوری ملنے سے یہ حوصلہ پیدا ہوتا ہے کہ اپنے کام میں زیادہ محنت کرے اور جب دوبارہ اسے کام کیلئے بلایا جائے تو کام میں اپنی پوری توجہ اور توانائی صرف کردے اور اپنے فریضہ کو اچھی طرح ادا کرے۔

جدید تجرباتی تحقیقات نے یہ بات واضح کی ہے کہ تعلیم و تعلم کو قوت پہنچانے میں معاوضہ ادا کرنا زیادہ مؤثر ہے جب اس کی ادائیگی بر وقت کردی جائے رسول اللہ ﷺ نے بالا حدیث میں یہ مطالبہ کر کے کہ مزدور کی مزدوری پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کردی جائے اسی جانب اشارہ کیا ہے۔ کیونکہ اُجرت کی فوری ادائیگی انسان کے دل میں زیادہ گہرا اثر کرتی ہے اور اسے یہ حوصلہ ہوتا ہے کہ اپنی ڈیوٹی انجام دینے میں پوری کوشش کرے اور اس میں کوتاہی نہ کرے۔

یہ ضروری نہیں کہ معاوضہ مادّی شکل میں ہی ہو بلکہ معاوضہ معنوی بھی ہوسکتا ہے۔ تعریف، اظہار پسندیدگی یا ہمت و حوصلہ افزائی کی شکل میں۔ کسی سربراہ کا اپنے ماتحت لوگوں کی تعریف کرنا یہ اثر پیدا کرتا ہے کہ وہ لوگ زیادہ سرگرم ہوجاتے ہیں پھر اپنا کام زیادہ اچھے انداز میں کرنے لگتے ہیں۔ استاد کا شاگرد کی تعریف کرنا تعلیم میں اس کی جلد ترقی میں معاون ہوتا ہے۔ انسان کو اگر مستقبل میں کسی بڑے معاوضے کی امید ہو تو وہ مستقبل میں اپنے عظیم مقاصد کو حاصل کرنے کیلئے طویل زمانہ تک منصوبہ بندی اور صبر کے ساتھ پیہم جد وجہد جاری رکھتا ہے۔ اسی لئے مسلمانوں کے طرز زندگی کو سنوارنے، ایمان باللہ کے جذبات پیدا کرنے، اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور جنت کے نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کیلئے تقویٰ اور عمل صالح کی زندگی اختیار کرنے میں ثواب کی ترغیب اور عذاب سے ترھیب کا بڑا گہرا اثر ہے۔ جس کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔

امریکی ماہر نفسیات (Skinner) نے جو نئی تحقیقات کی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص کی ذمہ جو کام لازم ہوتا ہے اسے پورا کرنے کے بعد مختلف غیر معیّن اوقات میں دیا جانے والا معاوضہ اس کے قوت عمل کو تیز کرتا ہے اور اس کی سرگرمی کا مدھم پڑنا بہت مشکل ہوجاتا ہے وہ جن تجرباتی مثالوں سے اس نتیجہ تک پہنچا ہے۔ کاموں کی انجام دہی پر جو معاوضہ یا انعام دیا جاتا ہے اگر اس کی ادائیگی مختلف غیر متعین اور غیر معلوم اوقات میں ان کاموں کی ادائیگی کے دوران کی جائے تو اپنے فرائض کی ادائیگی اور سرگرمیوں میں اور اھتمام بڑھ جائے گا کیونکہ اس معاوضہ یا انعام کے حصول کا انتظار ہر وقت رہے گا جس کی توقع کی جاتی ہے ﴿25﴾

ہم دیکھتے ہیں کہ SKINNER کی اس دریافت سے چودہ سو سال پہلے رسول اللہ ﷺ کی دعوت وارشاد میں اس حقیقت کی تطبیق ملتی ہے۔ مثلاً آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔ بے شک رات میں ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ اس میں اگر مرد مؤمن اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت کے امور میں سے کسی بھی خیر کی دُعا کرے اللہ تعالیٰ اسے وہ چیز دے دیتے ہیں اور ایسی گھڑی ہر رات میں آتی ہے ﴿26﴾

اس طرح رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خندق کے موقع پر کہ جس وقت کھدائی ہو رہی تھی اور ایک سخت چٹان آپڑی۔ صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ سے عرض کی آپ تشریف لائے اور کدال لی بسم اللہ کہہ کر ایک ضرب لگائی تو ایک ٹکڑا ٹوٹ گیا اور فرمایا اللہ اکبر مجھے ملک شام کی کنجیاں دی گئی ہیں واللہ میں اس وقت وہاں کے سرخ محلوں کو دیکھ رہا ہوں پھر دوسری ضرب لگائی تو ایک دوسرا ٹکڑا کٹ گیا

اورفرمایااللہ اکبر مجھے فارس دیا گیا ہے واللہ میں اس وقت مدائن کا سفید محل دیکھ رہاہوں پھر تیسری ضرب لگائی اورفرمایابسم اللہ تو باقی ماندہ چٹان بھی کٹ گیا پھر فرمایااللہ اکبر مجھے یمن کی کنجیاں دی گئی ہیں واللہ میں اس وقت اپنی اس جگہ سے صنعاء کے پھاٹک دیکھ رہاہوں ﴿27﴾

یعنی یہ جودعوت پیش کی جارہی ہے اوراس سلسلے میں جومشکلات آرہی ہیں عنقریب اللہ تعالی اس کے بدلے دنیا میں سرخروفرمائے گا اورعرب وعجم پراس دعوت وپیغام کے علمبرداروں کوغلبہ نصیب ہوگا یہی نہیں آخرت میں بھی اللہ تعالی اجرعظیم عطا فرمائیگا۔اورخندق کھودتے ہوئے صحابہ کرامؓ اپنے کندھوں پرمٹی...... رہے تھے اسی اثناء میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اَللّٰھُمَّ لا عَیْشَ اِلَّا عَیْشَ الْاٰخِرَۃَ فَاغْفِرِ لِلْمُھَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ ﴿28﴾ اے اللہ زندگی توبس آخرت کی زندگی ہے پس مہاجرین اورانصارکوبخش دے۔

آپ ﷺ نے فقط مجرّد انعامات اورمعاوضہ کا ذکرہی نہیں فرمایا بلکہ آپ نے مادی طور پرانعامات وہمت افزائی کیلئے معاوضہ بھی عطافرمایاکرتے تھے مدنی دورمیں جب دعوت اسلام خوب پھیل گئی اورتمام عرب سے مختلف قبائل وفود کی شکل میں قبول اسلام وہدایت اوررہنمائی کیلئے آتے تھے تو آپ ان کوترغیب آخرت کے ساتھ ساتھ انعام واکرام سے بھی نوازتے تھے ابن سعد نے الطبقات الکبری میں ستّر وفود کا ذکرکیاہے اوران سب کوآپ نے ہدیّے اورانعامات سے نوازا۔یہاں بھی آپ نفسیاتِ انسان کا خوب لحاظ فرماتے تھے۔جووفد کا سرداریاقبیلے کا ذمہ دارہوتااس کوزیادہ عطافرماتے تاکہ اپنے قبیلے میں جاکردعوت وتبلیغ کا فریضہ سرانجام دے اوراُس کودعوت کی ذمہ داری بھی سونپتے مثلاً جب عبدالقیس کا وفد جن کی تعدادبیس (20) کےقریب تھی عبداللہ بن عوف الاشج کی قیادت میں آیااورآپ سے عرض کیا گیا کہ یہ عبدالقیس کا وفد ہے آپ نے فرمایاان کومرحباہے عبدالقیس بھی کیسی اچھی قوم ہے ان لوگوں نے آپ ﷺ کوسلام کیارسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایاکہ تم میں عبدالاشج کون ہے عبداللہ نے کہایارسول اللہ میں ہوں وہ کریہ المنظر (بدشکل) آدمی تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھ کرفرمایاکہ انسان کی کھال کی مشک نہیں بنائی جاتی البتہ آدمی کی دوسب سے چھوٹی چیزوں کی حاجت ہوتی ہے ایک اس کی زبان اورایک اس کا دل رسول اللہ ﷺ نے فرمایااے عبداللہ تم میں دوخصلتیں ایسی ہیں جن کواللہ تعالی پسندکرتاہے عبداللہ نے کہاوہ کون کون سی۔آپ ﷺ نے فرمایاکہ حلم اوروقار۔انہوں نے عرض کیاکہ یہ چیزیں پیداہوگئی ہے یامیری خلقت اسی پرہوئی ہے۔آپ نے فرمایاکہ تمہاری خلقت اسی پرہوئی ہے آپؐ نے ان لوگوں کوانعامات کا حکم دیاعبداللہ الاشج کوسب سے زیادہ دلایاانھیں ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی مرحمت فرمائی ﴿29﴾

اس وفدسے آپ کی ملاقات اوردعوت سے پتہ چلتاہے کہ آپ نے نفسیات انسان کا کس قدر لحاظ فرمایامثلاً

(1) سب سے پہلے عبدالقیس کے وفد کی آمد پرخوش آمدید کہا۔

(2) اُس وفداوراُس کے رئیس کی مدح وتوصیف فرمائی۔

(3) وفد کے رئیس عبداللہ بن عوف الاشج جو بظاہر بدشکل ہیں ان کے ظاہری شکل وصورت کے برعکس ان کے داخلی صفات اور خوبیوں کا اُن کے سامنے ذکر کیا کہ حقیقت میں اصل خوبصورتی اور حُسن، رنگ ونسل کا نہیں

بلکہ وہ اخلاق حمیدہ جن سے انسان متصف ہے۔اور عبداللہ الاشج میں جو دو خصلتیں اور خوبیاں حلم ووقار ہیں یہی ان کی خوبصورتی اور حُسن ہے اس طرح آپ ﷺ نے ان کے (InteriorityComplex) کو ختم کر کے اُن کے صفات حمیدہ کا ذکر کیا۔

(4) انعامات میں اُن کو یعنی عبداللہ الاشج کو جو کہ وفد کے رئیس تھے سب سے زیادہ دلایا۔

## طریقہ تنبیہ وتادیب:

اصول دعوت میں حکمت اہم اور مقدم شرط ہے جس کو مدنظر رکھنا داعی ومُبلّغ اور مُصلح وھادی کیلئے نہایت ضروری امر ہے تاکہ وہ خود اور اس کے اصلاح وہدایت کا کام لوگوں کی مخالفتوں اور بدگمانیوں سے محفوظ رہے اور اس کے خلاف نفرت وعداوت کی آگ نہ بھڑک اُٹھے اگر کسی خاص شخص یا جماعت کے بعض افراد کے اندر کوئی مخصوص قسم کی خرابی اور خامی پائی جائے جس کی نشاندہی کر کے براہ راست اُن سے اصلاح کا مطالبہ کیا جائے تو اس کا اُلٹا اثر ہوگا۔اور جن لوگوں کی اصلاح مقصود ہے ان کے اندر خواہ مخواہ کی ضد، مخالفت اور عناد پیدا ہوگا اور وہ اپنی اصلاح وھدایت پر کوئی توجہ نہیں دیں گے۔حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ خرابیوں کی جانب اس طرح توجہ دلائی جائے جس سے معلوم ہو کہ یہ کسی مخصوص ومتعین شخص کی خرابی کا ذکر نہیں کیا جارہا بلکہ اصل مقصد عام لوگوں کی اصلاح ہے اور داعی ومُصلح کے دل میں سب کی ہمدردی واصلاح کا جذبہ موجزن ہے۔اور اس نے اسے مجبور کیا ہے کہ وہ اس خرابی کی جانب انھیں متوجہ کرے۔رسول اکرم ﷺ کا انداز تنبیہ وتادیب یہی تھا کہ اگر کسی خاص شخص کی غلطی کی اصلاح مقصود ہوتی تو آپ ﷺ براہ راست اسے مخاطب کر کے اس کی جانب متوجّہ نہیں کرتے تھے کیونکہ اس سے اُس کے اندر نفرت وبیزاری پیدا ہونے کا اندیشہ تھا۔ چنانچہ ایسے مواقع پر آپ کا خطاب عام ہوتا تھا گویا آپ کو پوری قوم کی اصلاح وھدایت مطلوب ومقصود ہے اور جس خرابی کی ذکر آپ ﷺ کر رہے ہیں وہ کسی خاص میں نہیں پائی جاتی بلکہ عام افراد میں موجود ہے۔خطاب کے اس طریقہ سے بات زیادہ مؤثر اور کارگر ہوتی ہے۔ یہاں اس کی چند مثالیں پیش کیجاتی ہیں۔

ا...... نماز میں خشوع وخضوع اور تمکین ووقار ضروری ہے لیکن ابتداء میں یہ ارکان وآداب لازمی نہیں قرار دئے گئے تھے بلکہ بتدریج ان کی تکمیل کی گئی۔اس کے بعد بھی جب کچھ لوگ نماز میں آنکھ اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھ لیا کرتے تھے تو آپ ﷺ نے ان کی اصلاح کی ضرورت محسوس کی مگر انہیں اس سے باز رہنے کی ھدایت ایسے عام انداز میں کی کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ محض انہیں کو پیش نظر رکھ کر بات کی گئی ہے فرمایا **مَا بَالَ اَقْوَامٌ یَرْفَعُوْنَ اَبْصَارَھُمْ اِلَی السَّمَاءِ فِیْ صَلٰوتِھِمْ** ﴿35﴾ یہ کیسے لوگ ہیں کہ نماز میں آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھا کرتے ہیں تشدّد اور غلوّ پسند لوگ شریعت کی بیان کردہ ہدایت پر قناعت نہیں کرتے اور اللہ تعالی کی دی ہوئی رخصتوں سے فائدہ اٹھانا پسند نہیں کرتے اس لئے وہ اپنے اوپر ایسے قیود اور بندشیں عائد کر لیتے ہیں جو خدا اور رسول کی

جانب سے ان پر عائد نہیں کی گئی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کے لوگوں کی مذمت کی ہے حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آپ جن رخصتوں پر عمل پیرا تھے بعض لوگوں کو انہیں کرنے میں تکلیف ہوتا تھا جب آپ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے حمد وثنا کی عام انداز میں لوگوں کو اس طرح تنبیہ فرمائی مَا بَالُ اَقْوَامٌ یَتَنَزَّھُوْنَ عَنِ الشَّیْءِ اَصْنَعُهُ فَوَاللّٰہِ اِنِّی لَاَعْلَمُهُمْ بِاللّٰہِ وَاَشَدُّھُمْ لَهٗ خَشْیَةً ﴿31﴾ لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ اس چیز سے بھی احتراز کرتے ہیں جن کو میں کرتا ہوں خدا کی قسم مجھے اللہ تعالی کے بارے اُن سے زیادہ واقفیت حاصل ہے اور ان میں سے زیادہ اُس سے ڈرتا ہوں۔

کسی یقین وصراحت کے بغیر اصلاح وھدایت اور تلقین وارشاد کا یہی عام انداز اور مؤثر بلیغ اسلوب ان حدیثوں میں پایا جاتا ہے جن میں احد کم کے الفاظ وارد ہوئے ہیں گویا اس طرح کے حدیثوں میں کوئی ایک شخص کی غلطی پر تنبیہ مقصود ہوتی ہے لیکن خطاب کا رُخ عام لوگوں کی طرف کردیا جاتا ہے تاکہ اس کی زد براہ راست کسی ایک شخص پر نہ پڑے بلکہ اس کے عموم کی وجہ سے ہر شخص کو تنبیہ ہوجائے اور اس شخص کو بھی بُرا نہ لگے جو واقعی اس فعل کا مرتکب ہو۔

## آپ ﷺ کی دعوت میں (Humanistic Psychology) کا پہلو:

تعلیم وتعلم اور ابلاغی وسماجی نفسیات میں کئی ایک نظریات وتصورات بیان کئے گئے ہیں ان کا مطالعہ تعلیم وتدریس اور دعوت وتبلیغ سے وابستہ افراد کیلئے مفید اور سُودمند ہوسکتا ہے عصر حاضر میں انسانیت پسند ماہرین نفسیات نے اپنے نظریات سے جدید نفسیات میں ایک نئی طرح ڈالی ہے۔ ان ماہرین نے بنیادی طور پر انسان کی فطرت کو کلی انداز میں دیکھا ہے اور انسانی جذبات واحساسات اور انسانی پہلو (Human Facter) کو سمجھنے کی کوشش کی ہے ان کے نزدیک مؤثر ابلاغ اور تعلیم کی خوبی یہ ہے کہ وہ انسانی جذبات واحساسات سے ہم آہنگ ہو اور عملی اعتبار سے خود بھی اس کام پر عمل پیرا ہو جس کی وہ دعوت دے رہا ہے یا جس کا ابلاغ کررہا ہے یعنی ان کے نزدیک مؤثر ابلاغ وتعلّم خود مُبلّغ کا ذاتی کردار اور اخلاق ہے ایک انسانیت پسند ماہر نفسیات (Rest) تعمیر سیرت کے عمل کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ یہ عمل چار مرحلوں پر مشتمل ہے کردار کی تعمیر کے سلسلے میں پہلا مرحلہ افراد کے اندر اخلاقی حس (Moral Sensitivity) پیدا کی جاتی ہے تاکہ صورت حال پر توجہ دے کر کچھ نہ کچھ کرنے کیلئے مائل ہو دوسرا مرحلہ اخلاقی فیصلہ (Moral Judgemnt) کرانے کا مرحلہ ہے جہاں اس مخصوص صورت حال میں کئی ممکنہ ردّعمل سے اخلاقی طور پر مثبت اور مستحسن ردّعمل کا انتخاب کریں۔

تیسرا مرحلہ اخلاقی تحریک (Moral Motivation) کا ہے جہاں اپنے انتخاب پر عمل پیرا ہونے کیلئے خواہش کا اظہار کرتے ہیں۔

چوتھا اور آخری مرحلہ اخلاقی کردار (Moral Character) کا ہے جہاں افراد اپنے اخلاقی فیصلوں پر عمل کرنے کیلئے نہ صرف تحریک عمل پاتے ہیں بلکہ نہایت استقلال اور ثابت قدمی سے ان فیصلوں پر عمل کرتے ہیں کیونکہ کردار کا اظہار اعمال سے ہی ہوتا ہے ﴿32﴾

کردار سازی کے پہلے دومرحلوں کو افراد میں اُبھارنے کیلئے انہیں اخلاقی مسائل اور واقعات سے دوچار کرنا ضروری ہے اس لئے تعمیر

سیرت وتشکیل ذات کیلئے سب سے اعلیٰ نمونہ خود مُبلّغ ومُعلّم کا ذاتی کردار اور اخلاق ہوتا ہے اس لئے کہ جس کی وہ دعوت دے رہا ہے کیا وہ خود بھی اس پر عمل پیرا ہے؟ کیا اس کے قول وفعل میں تضاد تو نہیں؟ اور کیا وہ اخلاق حمیدہ سے اپنی ذات کو مزیّن کئے ہوئے ہے؟

چنانچہ انسانیت پسند یعنی (Humanistic Psychology) میں سب سے زیادہ زور اس بات پر دیا جاتا ہے کہ استاد، داعی اور مُبلّغ کی سیرت افراد کیلئے باعثِ تقلید ہونی چاہئے تا کہ وہ کردار کے اعلیٰ نمونوں کے تقلید کر کے انہیں شخصیت کا حصّہ بنائیں۔

دعوت نبوی ﷺ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی ذات صفات والا اخلاق کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھی۔ اور آپؐ کی سیرت واخلاق کی ایک اور امتیازی شان عَملیّت بھی ہے یعنی سب سے پہلے خود عمل کر کے دکھایا اور بعد میں اس کے کرنے کا حکم دیا اور آپ ﷺ کی سیرت واخلاق کی گواہی خود خالق کائنات نے یوں دی وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ﴿33﴾

اور آپ ﷺ جس مقصد کیلئے بھیجے گئے اور جو بات آپ کے مقاصد نبوت میں شامل تھی وہ اخلاق عالیہ کی تکمیل واتمام ہے آپ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ ﴿34﴾ بے شک مجھے اخلاق کی تکمیل کیلئے مبعوث کیا گیا۔

آپؐ کی بعثت سے پہلے کی زندگی بھی اہل مکہ کیلئے اخلاق حسنہ کی ایک مثال تھی اور وہ آپ کے اخلاق وکردار کی گواہی دیتے تھے مثلاً بناء کعبہ کے وقت جب حجر اسود کو مخصوص جگہ رکھنے کا مسئلہ درپیش ہوا اور قریش لڑائی، جھگڑے تک پہنچ گئے۔ اور آخر فیصلہ یہ ہوا کہ مسجد حرام کے دروازے سے جو شخص پہلے داخل ہوا اسے اپنے جھگڑے کا حَکَم مان لیں گے۔ لوگوں نے یہ تجویز منظور کر لی۔ اللہ تعالیٰ کی مشیّت کہ اس کے بعد سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ تشریف لائے لوگوں نے آپ کو دیکھا تو چیخ پڑے کہ

هٰذا الامین رضیناه هذا محمد ﷺ ﴿35﴾

هٰذا الامین قد رضینا بما قضی بیننا ﴿36﴾

هٰذا الامین قد رضینا به ﴿37﴾

هٰذا الامین رضینا هذا محمد ﴿38﴾

هٰذا الامین قد رضینا به فحکموه ﴿39﴾

یعنی سب سے پہلے انہوں نے اس اخلاقی صفت کا ذکر کیا جس کی وجہ سے آپ اُن کے نزدیک مشہور ومعروف تھے۔ اس کے بعد آپ کے اسم مبارک کا ذکر کیا اور اس کے بعد اس مسئلے کے جھگڑے کا جس کے بارے میں آپ فیصلہ کریں گے۔

یہی نہیں بلکہ آپ کی دعوت کے سب سے بڑے مخالف اور آپ کے جانی دشمن بھی آپ کے اخلاق وکردار کی خوبیاں بیان کرتے ہیں مثلاً ابو جہل، عتبہ، ابوسفیان، نضر بن حارث نے آپ کی صداقت، امانت اور شرافت کی گواہی دی ہے۔

ابو جہل نے یوں کہا وَاللهِ اِنَّ مُحَمَّدًا لَصَادِقٌ وَمَا کَذَبَ مُحَمَّدٌ قَطُّ ﴿40﴾ اللہ تعالیٰ کی قسم محمد سچے ہیں انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

نضر بن حارث نے کہا قَدْ کَانَ مُحَمَّدٌ فِیْکُمْ غُلَامًا اَرْضَاکُمْ فِیْکُمْ وَاَصْدَقُکُمْ حَدِیْثًا وَاَعْظَمُکُمْ اَمَانَةً ﴿41﴾

اور پھر جب دعوت عام کے اعلان کا حکم ہوا تو دعوت اسلام کو عام کرنے اور لوگوں تک پہنچانے کیلئے کوہ صفا پر چڑھے تا کہ لوگوں کو اس سے متنبہ کرے اور ان کو اس دین کی بشارت دیں۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو بلایا اور جب تمام قبائل کے لوگ اکھٹے ہو گئے تو اس وقت آپ نے دعوت دین پیش کی اس موقع پر آپ نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا بلکہ اپنی اخلاق اور اپنی ذات کو ہی بطور معجزہ پیش کیا صحیح بخاری میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا اَرَاَیْتُکُمْ لَوْ اَخْبَرْتُکُمْ اَنَّ خَیْلاً تَخْرُجُ بِسفْحِ هٰذَا الْجَبَلِ اَکُنْتُمْ مُصَدِّقِیَّ قَالُوْا مَا جربنا عَلَیْکَ کَذِبًا ﴿42﴾ لوگو! اگر میں تمہیں بتاؤں کہ اس پہاڑ کی دوسری طرف ایک بھاری لشکر ہے جو تم پر ٹوٹ پڑنا چاہتے ہیں تو تم میری بات کو سچ مانو گے؟ سب نے کہا ہاں ہمارے تجربہ میں ہے کہ آپ کبھی بھی جھوٹ بولنے والا نہیں رہے۔

اس واقعہ سے رسول اللہ ﷺ کی سیرت و کردار کے بارے میں مشرکین مکہ کی رائے معلوم ہوتی ہے اور پھر آپ ﷺ کے دعوتی اسلوب و ابلاغ کا بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ نے علاقائی نفسیات کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک خاص آواز (یاصَبَاحَاهُ) لگائی جو کہ کسی خطرہ یا دشمن کے حملہ کے وقت لگائی جاتی تھی تا کہ لوگوں کو آگاہ کیا جائے چنانچہ جب تمام بطون قریش اکھٹے ہو گئے تو آپ نے اپنی سیرت کو اس انداز سے پیش کیا کہ سب نے یہ کہا کہ آپ سچے ہیں جب ان کا اعتماد آپ کے سیرت کے حوالے سے واضح ہو گیا تو پھر آپ نے دعوت حق کو پیش فرمایا الغرض رسول اللہ ﷺ نے اپنی سیرت و اخلاق کو بطور نمونہ کے پیش فرما کر اپنی دعوت کی حقانیت وصداقت کو ثابت فرمایا کہ جس سے انکار و فرار ناممکن تھا اور پھر انتہائی قلیل عرصہ میں یہ دعوت نہ صرف جزیرۃ العرب بلکہ عالمی سطح تک پھیل گئی اور امراء و ملوک رؤساء و حکمرانوں نے اسے اختیار کیا کیونکہ اس کی اساس و بنیاد آپ ﷺ کی امتیازی شان عَمَلِیَّت پر تھی اور یہی آج کی جدید نفسیات کا خاصہ ہے کہ اس کے نزدیک بھی مؤثر ابلاغ اور تعلیم کیلئے اوّلین شرط مُعلّم و مُبلّغ کا کردار اور اس کی عَمَلِیَّت ہے۔

## خلاصہ بحث:

مذکورہ مقالہ کا ماحصل یہ ہوا کہ دعوتِ دین اُمّت مسلمہ کی بنیادی فرائض میں سے ہے اور اس فریضہ کو سرانجام دینے کیلئے ''دعوت اور اس کے طریقہ کار'' کا مطالعہ بہت ضروری ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں دعوت کے اصول بیان فرما دئے ہیں اور پھر سیرتِ انبیاء مشعلِ راہ ہے۔ داعی اعظم ﷺ کی سیرت طیبہ نمونہ تقلید ہے۔ اور خاص کر آپ کے دعوتی اسلوب و منہج کا مطالعہ ایک داعی حق کیلئے از حد ضروری ہے کہ آپ نے کس قدر نفسیات انسانی کو مدنظر رکھا۔ عصر حاضر کا تقاضا یہی ہے کہ دعوت دین میں اسی طریقے پر عمل کیا جائے جو آپ ﷺ نے اختیار فرمایا تھا۔ اسی میں کامیابی ہے اس سلسلے میں سیرت طیبہ سے چند ایک مثالیں پیش کی ہیں۔ اللہ ربّ العزت عمل کی توفیق عطا فرما دے۔ آمین۔

## حواشی وحوالہ جات:

﴿1﴾ علامہ راغب اصفہانی '' مفردات القرآن'' (بذیل مادہ) مکتبۃ القاسمیۃ لاہور 1993ء

﴿2﴾ سورة النحل 125

﴿3﴾ فؤاد عبد الباقی معجم المفهرس لالفاظ القرآن الكريم (بذيل ماده)

﴿4﴾ سورة النساء 165

﴿5﴾ سورة آل عمران 110

﴿6﴾ سورة آل عمران 104

﴿7﴾ الجامع الصحیح للبخاری " کتاب المغازی " باب غزوۃ خیبر طبع مصر 1990

ترجمہ "اے علی! تیرے ذریعے اللہ تعالیٰ کسی بھی ایک فرد کو ھدایت دے تو تیرے لئے سُرخ اونٹوں سے بہتر ہے"۔

﴿8﴾ سورة النحل 125

﴿9﴾ الترغیب والترھیب للمنذری عبد العظیم بن عبد حافظ "مصر" حدیث نمبر 2644

ترجمہ:۔حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک گاؤں سے واپسی پر مدینہ کے بازار سے گزر رہے تھے۔لوگوں نے آپ کو دونوں طرف سے گھیر رکھا تھا۔وہاں چھوٹے کانوں والا ایک مردہ بکری کا بچہ پڑا ہوا تھا۔آپ ﷺ نے اس کے کان پکڑے اور فرمایا تم میں سے کون اس مردہ بچے کو ایک درہم میں خریدنے کیلئے تیار ہے؟ صحابہؓ نے فرمایا ہم کسی بھی قیمت پر اس کو خریدنا نہیں چاہتے ہیں۔ یہ ہمارے کسی کام کا نہیں۔آپ نے فرمایا کیا تم پسند کرتے ہو کہ یہ تم کو مل جائے صحابہ نے جواب دیا اے اللہ کے رسول اگر یہ زندہ ہوتا تب بھی کان چھوٹے ہونے کی وجہ سے اس میں عیب تھا اور اب تو یہ مردہ بھی ہے اس لئے کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔یہ سن کر آپ نے فرمایا یہ بچہ تمہاری نظر میں جتنا بے وقعت ہے دنیا اللہ تعالیٰ کی نظر میں اس سے زیادہ بے وقعت ہے۔

﴿10﴾ الجامع الصحیح للبخاری " کتاب الایمان " باب ای الاسلام افضل

﴿11﴾ = = = = = = = = = = =" باب تطعم الاطعام من الاسلام "

﴿12﴾ المسند امام احمد بن حنبلؒ دار الفکر بیروت 1987ء ج 2 ص 120

﴿13﴾ = = = = = = = = = = = = = = = = = = = ج 5 ص 256

﴿14﴾ الکفایة فی علم الروایة للخطیب البغدادیؒ مصر 1357ھ۔ ص۔ 183

﴿15﴾ صحیح مسلم طبع مصر 1334ھ 1134/2

﴿16﴾ الجامع الصحیح للبخاری کتاب المغازی " باب غزوۃ الحنین 620/2

اور السیرة النبویة لابن ہشامؒ "دار احیاء التراث العربی "بیروت 1936ء 141/4

عبارت یوں بیان کی گئی ہے۔ یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ مَقَالَةٌ بَلَغَتْنِیْ عَنْکُمْ وُجْدَةٌ وَجَدْتُمُوْهَا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ اَلَمْ اٰتِکُمْ ضَلَالًا فَهَدَاکُمُ اللّٰهُ وَعَالَةً فَاَغْنَاکُمُ اللّٰهُ وَاَعْدَاءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ قَالُوْا بَلَی اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمَنُ وَاَفْضَلُ ثُمَّ قَالَ اَلَا تُجِیْبُوْنَنِیْ یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ قَالُوْا بِمَا ذَا نُجِیْبُکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اللّٰهُ وَلِرَسُوْلِهِ الْمَنُّ وَالْفَضْلُ قال أما والله لو شئتم لقلتم

فلصدقتم ولصدقتم اتینک مکذبا فصدقناک ومخذولا فنصرناک و طریدا فاوینک وعائلا فاسینک، اوجدتم یا معشر الانصار فی انفسکم .......... من الدنیا تالفت بها قوما لیسلموا ووکلتکم الی اسلامکم الا ترضون یا معشر الانصار ان یذهب الناس بالشاة والبعیر وترجعوا برسول اللہ الی رحالکم ؟ فوالذی نفس محمد بیدہ لو لا الھجرۃ لکنت امرأ من الانصار ولو سلک الناس شعبا لسلکت شعب الانصار اللھم ارحم الانصار وابناء الانصار وابناء ابناء الانصار فبکی القوم حتی...... لحاھم وقالوا رضینا برسول اللہ قسما و حظا (ابن ھشام 141/4)

﴿17﴾ الجامع الصحیح للبخاری "کتاب العلم" باب ما کان النبی ﷺ یتخولھم بالموعظة الحسنة کی لا ینفروا

﴿18﴾ الجامع الصحیح للبخاری "کتاب العلم" باب من حبل لاھل العلم ایاما معلومة

(عبارت یوں ہے) عن ابی وائلؒ قال کان عبداللہ یذکر الناس فی کل خمیس فقال لہ رجل یاابا عبدالرحمٰن لوددت انک ذکرتنا کل یوم قال اما انہ یمنعنی من ذلک انی اکرہ ان املکم و انی اتخولکم بالموعظة کما کان النبی ﷺ یتخولنا بھا مخافة السامة علینا

﴿19﴾ سورۃ الدھر 12 تا 22

﴿20﴾ الطبقات الکبری محمد بن سعد 216/1

﴿21﴾ الجامع الصحیح للبخاریؒ باب وفود الانصار و ابن ھشام 288/1 و الطبقات 220/1

﴿22﴾ ابن ھشام 319/1

﴿23﴾ سورۃ یوسف 111

﴿24﴾ سنن ابن ماجہ کتاب الاجارۃ

﴿25﴾ نجاتی، عثمان علی، ڈاکٹر حدیث نبوی اور علم النفس (مترجم فہیم اختر ندوی) الفیل ناشران لاھور ص93

﴿26﴾ صحیح مسلم بروایت جابر 841/2 حدیث نمبر 117019

﴿27﴾ ابن ھشام 219/2

﴿28﴾ الجامع الصحیح للبخاری کتاب المغازی باب غزوۃ خندق 588/2

﴿29﴾ الطبقات الکبری لابن سعدؒ 88/2 (ترجمہ اردو) نفیس اکیڈمی کراچی

﴿30﴾ الجامع الصحیح للبخاریؒ کتاب الصلوۃ باب رفع الی السماء فی الصلوۃ 104/1

﴿31﴾ صحیح البخاریؒ کتاب الاعتصام باب ما یکرہ من التعمن والتنازع والغلو فی الدین والبدع 1084/1

﴿32﴾ ڈاکٹر منظور عارف (تعلیم اور تعلّم نفسیات کے انسانیت پسندانہ تناظر سے) مجلّہ تعلیمی زاویئے (جولائی 1994ء)
﴿33﴾ القلم 4
﴿34﴾ امام مالک بن انسؒ (المؤطا) دار احیاء الکتب العربیه مصر) کتاب حسن الخلق باب ما جاء فی حسن الخلق حدیث نمبر (8)
﴿35﴾ ابن هشام 197/1
﴿36﴾ الطبقات الکبری لابن سعد 124/1
﴿37﴾ ابن اثیر الکامل فی التاریخ 45/2
﴿38﴾ ابن کثیر السیرة النبویة 280/1
﴿39﴾ ازرقی اخبار مکه (تحقیق استاد رشدی الصالح . دار الثقافة مکة المکرمة 1385 هـ) 164/1
﴿40﴾ قاضی عیاض "الشفاء" شرح علی القاری 181/1
﴿41﴾ ابن هشام 299/1
﴿42﴾ الجامع الصحیح للبخاریؒ کتاب التفسیر "تبت یدا ابی لهب" 473/2

سہ ماہی ''المباحث الاسلامیہ''

کے نگارش نگاروں کے خدمت میں چند گزارشات

سہ ماہی المباحث الاسلامیہ چونکہ خالص علمی، تحقیقی مجلّہ ہے، محققین اور مضمون نگار حضرات سے درخواست ہے کہ وہ اپنی تحریری کاوش ارسال کرتے وقت درج ذیل امور کو ملحوظ رکھیں۔

☆ مضمون صاف اور کاغذ کے ایک طرف ہو۔
☆ مضمون کسی دوسرے رسالہ واخبار وغیرہ میں شائع نہ ہو۔ البتہ مزید اضافہ وترمیم ہو تو اس کا حوالہ دے کر بھیج سکتا ہے۔
☆ سہ ماہی المباحث الاسلامیہ کا مضمون مسلک اہل سنت والجماعت کی موافق ہو۔
☆ علمی اور تحقیقی مضمون لکھتے وقت اس امر کا اہتمام ضروری ہے کہ قاری کو تحریری کاوش کے مآخذ اور مصادر سے آگاہ کیا جائے، اس مقصد کیلئے ضروری ہے کہ مضمون کے آخر میں ترتیب کے ساتھ حوالہ جات کا مکمل ذکر کیا جائے۔ اور اگر مناسب ہو تو مزید توضیحی نقاط کا اندراج بھی کیا جائے۔

درج بالا امور کو ملحوظ رکھتے ہوئے اگر آپ ''المباحث الاسلامیہ'' کے مستقل مضمون نگار یا مقالہ نگار بن سکتے ہیں تو المباحث کے صفحات آپ کیلئے حاضر خدمت ہیں۔

نوٹ:- سہ ماہی مجلّہ ''المباحث الاسلامیہ کے معیار کے مطابق زیادہ ترجیح اس مضمون کو ہوگی جو جدید سائنس سے پیدا شدہ مسائل کے حل کے متعلق ہو، کیونکہ المباحث کا اجراء اسی ہی بنیاد پر کیا گیا ہے (ادارہ)